Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:8 (1980)

بلوچستان میں اشاعت اسلام و ادبیات سیرت

ڈاکٹر انعام الحق کوثر

تاریخ کے اوراق اس امر کی نقاب کشائی کرتے ہیں کہ ۲۳ھ مطابق ۶۴۳ء میں مکران ربیع بن زیاد کے ہاتھوں فتح ہوا۔ ۴۴ھ مطابق ۶۶۴ء میں قصدار (قزدار موجودہ خضدار) پر مسلمانوں کے قبضے سے اسلام کے اثرات پھیلنے لگے۔ سمعانی کی "کتاب الانساب" میں درج ہے کہ اصطخری کے زمانے میں قصدار میں مغیرہ بن احمد نامی ایک شخص حاکم تھا جو عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا۔ علمائے قصدار میں محمد جعفر بن الخطاب القصداری بڑے اونچے پایہ کے عالم تھے۔ وہ نامور محدث اور فقیہہ مانے جاتے تھے اور اپنے ہم عصروں میں۔ زہد، تقویٰ کے اعتبار سے مثالی حیثیت کے مالک تھے ۔ انہوں نے حدیث کا علم ابو الفضل عبد الصمد بن محمد نصیر العاصمیؒ سے حاصل کیا۔ اور ان کے تلاوذہ میں سے ابو الفتوح عبد الغافر بن الحسین بن علی الکاشغری نے بہت زیادہ شہرت پائی۔

ابو داؤد سیبویہ بن اسمٰعیلؒ پانچویں صدی کے نصفِ اوّل کے مشاہیر محدثین میں سے ہیں۔ آپ قصدار سے نقل مکانی کرکے مکہ معظمہ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے جہاں آپ حدیث کا درس دینے میں مصروف رہے۔ ان کے اساتذہ کرام میں ابو القاسم علی بن محمد بن عبد اللہ بن یحیٰی طاہر حسینی، ابو الفتح رجار بن عبد الواحد اصبہانی اور حافظ ابو الحسین یحیٰی بن ابی الحسن رواسی جیسے فضلا شامل ہیں۔ ابو داؤد نے ۴۶۰ھ مطابق ۱۰۶۷ء کے قریب وفات پائی۔

چوتھی صدی ہجری میں جب رودکی ایران میں مصروفِ تخلیق ہوا تو قصدار میں اس کی ہمعصر شاعرہ رابعہ بنت کعب القزداری نے فارسی شعر و ادب کے موتی بکھیرے۔ اس لحاظ سے موجودہ فارسی شاعری کو آگے بڑھانے میں قصدار نے بھی اپنا حق ادا کیا۔ مولانا جامی نے رابعہ کا ذکر ان مستورات میں کیا جو معرفت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

براہوئی زبان میں عربی الفاظ کی کثرت بھی اس امر کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ عربی النسل مسلمان یہاں کی آبادی کا حصہ بن گئے۔ جن کی تبلیغی کوششوں کے باعث مقامی لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور اسلامی تعلیمات نے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توحید و رسالت کا والہ و شیدا بنا دیا۔

پانچویں صدی ہجری مطابق گیارہویں صدی عیسوی میں مشائخ ہنکار کی کیچ مکران میں تشریف آوری ہوئی۔ شیخ موسیٰ قریشی الہاشمی کے لختِ جگر سلطان ابوعلی نے خلقِ خدا کی بہبودی کی خاطر ان کی حکمرانی قبول کی۔ ان کے بعد ان کے فرزند سلطان رشید الدین اور پھر ان کے بیٹے سلطان قطب الدین تخت نشین ہوئے اور سلطان ابوالبقا تک یہ خاندان عالی مقام برسرِ اقتدار رہا۔ سید السادات سید احمد توختہ (وصال ۶۰۲ھ / ۱۲۰۵ء مدفن لاہور) کیچ مکران (بلوچستان) تشریف لائے اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے۔ اپنے قیام کے دوران میں اپنی بیٹی بی بی حاج (مدفن لاہور) کا نکاح ہنکار خاندان کے شہزادہ بہاء الدین سے کر دیا۔ شہزادہ بہاء الدین کے بعد اس کا بڑا لڑکا سلطان حمید الدین تخت نشین ہوا مگر اس نے تخت چھوڑ کر درویشی اختیار کی اور تلاشِ حق میں لاہور کا رخ اختیار کیا۔ اور سلطان التارکین کا لقب پایا۔ سید احمد توختہ جتنی مدت کیچ مکران میں رہے لوگوں کو روحانیت سے فیضیاب کرتے رہے۔ مشائخ ہنکار نے ڈیڑھ سو سال تک حکومت کی۔ انہوں نے شریعتِ محمدی کو عملی صورت میں پیش کرتے ہوئے عدل و انصاف اور جود و سخاوت میں نام پیدا کیا۔ شرعِ انور کے مطابق مستورات کو وراثت میں ان کے شرعی حقوق دیئے گئے۔

سابق ریاست قلات میں میر احمد خان اوّل کے زمانے (۱۰۷۶ھ تا ۱۱۰۷ھ مطابق ۱۶۶۵ء تا ۱۶۹۵ء) سے ریاست قلات کے دائرے میں اسلامی شرعی قوانین اور اصولوں کا کسی نہ کسی صورت میں نظام جاری و ساری رہا۔ میر احمد خان دوم نے اپنے دورِ اقتدار (۱۱۲۷ھ تا ۱۱۲۹ھ مطابق ۱۷۱۴ء تا ۱۷۱۶ء) میں ایک دیوانی کونسل کی تشکیل کے پہلو بہ پہلو محکمۂ قضا قائم کیا۔ جو ہماری اب تک کی تحقیق کے بموجب پاکستان کے تاریخی پس منظر میں اپنی پہلی مثال ہے۔

میر نصیر خان نوری کے عہدِ حکومت (۱۱۶۴ھ تا ۱۲۰۹ھ / ۱۷۵۰ء تا ۱۷۹۴ء) میں اسلام کے

احکام سرکاری طور پر نافذ کئے گئے۔ اس کی اپنی زندگی شریعت محمدی کے مطابق تھی۔ اور اس کے یہاں بے پناہ مذہبی اُمنگ پائی جاتی تھی۔ اس کی والدہ محترمہ بی بی مریم صاحبہ بھی اسلام کی روح کی علمبردار تھیں۔ اس کے عہد میں عربی، فارسی، پشتو، بلوچی اور براہوئی کے ایک جید عالم مُلا ملک داد ابن آدین غرشین قلاتی نے پہلی بار نورِ اسلام کو یہاں کے قبائلیوں تک پہنچانے کا پختہ ارادہ کیا۔ چنانچہ ۱۱۷۲ھ/۵۹-۱۷۵۸ء میں انہوں نے "تحفتہ العجائب" لکھی جس میں شریعتِ محمدی کے روزمرہ کے اصول شعری پیرائے میں بیان کئے اور یہی موجودہ براہوئی زبان کی اولین اور قدیم ترین کتاب ہے۔ مُلا ملک داد کے نعتیہ اشعار اثر و خلوص میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مثلاً

محمدؐ افضل کل انبیاتا
محمدؐ خاتم پیغمبراتا

اردو معنی:- محمدؐ افضل الانبیا ہیں اور محمدؐ خاتم النبیین ہیں۔

میر نصیر خان اعظم نے خود بھی تبلیغ حق کے لئے بہت تگ و دو کی۔ جھالاوان میں ہر طرف توہمات کا چرچا تھا۔ اور شریعتِ محمدی پر عمل نہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک خاص وفد وہاں بھیجا جس میں میر موصوف کے فرمودہ مندرجہ ذیل احکامات نافذ کئے۔

۱- شریعت کے اوامر و نواہی پر سختی سے عمل کیا جائے۔

۲- شادی، ختنہ اور دیگر تقریبات پر سرود، تمبور، نے، چنگ، دف وغیرہ مطلقاً استعمال نہ کئے جائیں۔

۳- شادیوں اور دیگر طربیہ مواقع پر مرد اور عورتیں اکٹھے چاپ (رقص) میں ہرگز حصہ نہ لیں۔

۴- بھنگ، چرس اور شراب ممنوع ہیں۔ اور کوئی عورت بے پردہ بازار نہ جائے۔

۵- غلاموں کی تجارت ممنوع ہے۔

۶- اموات پر مرد اور عورتیں زیادہ ماتم نہ کریں یعنی سر ننگے نہ کریں، بال نہ بکھیریں، چہرے سیاہ نہ کریں اور اپنے آپ کو زخمی نہ کریں۔

۷۔ مسلمان فقیروں کے پاس ارادت مندی سے نہ بیٹھیں اور وہ لمبے بال نہ رکھیں۔

۸۔ قصبات میں جمعہ کی نماز لازمی قرار دی گئی اور محلے کے لوگ محلے کی مسجد کے امام کی ضروریات کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے۔

۹۔ سیاہ کاری کے غلط الزام پر بہتان تراشی کو اسّی درے کی سزا ملے گی اور بعد میں وہ ساقط الاعتبار سمجھا جائے گا۔ بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ بلا جرم سختی اور بد سلوکی بھی ممنوع قرار دی گئی۔

۱۰۔ ہندو اپنے مندروں میں مسلمان نوکر نہ رکھیں۔ مسلمان ان کی پوجا میں شریک نہ ہوں۔ ہندوؤں کے مکان مسلمان باشندوں کے مکانوں سے اونچے نہ ہوں۔ اور وہ شناخت کے لئے ماتھوں پر تلک یا ٹیکہ لگائیں مندروں میں عبادات پر موسیقی ممنوع قرار دی گئی۔ اور ماتموں پر بھی۔ سیر و تفریح میں ہندو مسلمانوں سے آگے نہ نکلیں اور ایسے ہی بازار گلی وغیرہ میں بھی ہندو زین والے گھوڑے پر نہ بیٹھیں۔

۱۱۔ مزاروں کے آس پاس بھیڑیں قربان نہ کی جائیں۔ اور ان کا خون بیٹوں، دلہنوں، دولہوں یا گھوڑوں کو نہ لگایا جائے۔ لمبے لمبے بال رکھنے والے شیخوں کے سر تراش اور بال کاٹ دیئے جائیں۔ اور انہیں مریضوں کے پاس نہ آنے دیا جائے۔ اور ان پر مطلق اعتبار نہ کیا جائے۔ شادی بیاہ کے مواقع پر گھوڑوں وغیرہ کے ذبح پر پابندی لگا دی گئی۔ کیونکہ ان کا گوشت شرعاً حرام ہے۔

۱۲۔ زکوٰۃ اور عشر واجب قرار دیئے گئے۔

۱۳۔ سود ممنوع کر دیا گیا۔

۱۴۔ ملاؤں کے معاملات اور طرزِ عمل پر کڑی نگاہ رکھنے کی ہدایت جاری کر کے انہیں لوجہت نماز پڑھانے کی تاکید کر دی۔

میر نصیر خان نوری نے اپنے مذکورہ بیان کے آخر میں یہ قطعی حکم دیا کہ کسی بھی مرد کو شریعت کے دائرے سے باہر قدم رکھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اور ان احکامات پر عملدرآمد کرنے میں کسی قسم کا انحراف

اور تکلف نہ برتا جائے۔

یہ میر نصیر خان اعظم کا شرعِ انور کی روشنی میں اصلاحات کا نفاذ ایک ایسا کارنامہ ہے جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے اور جس کی مثال ہمعصر تاریخ میں مفقود ہے۔

میر موصوف نے اپنے لشکر کے ہمراہ جو پشتون، بلوچ اور براہوئی سپاہیوں پر مشتمل تھا، احمد شاہ ابدالی کے ساتھ مل کر جہاد میں بھرپور حصّہ لیا۔ میر نصیر خان نوری علم و ادب کا مُربّی بھی تھا۔ قاضی نورمحمد گنج آبھری اکثر میر صاحب کی خدمت میں موجود رہتا اور جہاد میں شرکت کرتا۔ اس نے جہاد کے چشم دید واقعات کو اپنے جنگ نامہ "تحفۃ النصیر بلوچ" میں قلمبند کیا۔ قاضی نور محمد میر نصیر خان نوری کے بارے میں کہتا ہے۔

براہِ خدا استقامت نمود — بعلم و عمل حرمت درین فزود
بعشقِ نبی عاشق صادق است — بدیدار او ہر زمان شائق است
بخواب دبہ بیداری و بی ھشی — ندارد ز نامش گہی فرمشی
بہ بیند جمال نبی باکمال!! — بحق تو ای خالق ذوالجلال
بھیر الش اندر جوارِ رسول! — سوالش بکن یا الٰہی قبول

قاضی نور محمد نعت رسول صلعم کے سلسلے میں گویا ہوتا ہے۔

فضائل کہ بود انبیا را تمام — ھمہ مجتمع شد در او والسلام
درِ گنج ہستی از و باز شد — دلش مخزن گوہر راز شد
تن پاکش از ظلمتِ سایہ دور — ز پیشانیش نورِ حق در ظہور
چو ختم نبوت شدہ شان او — بود ختم قرآن برہان او

میر نصیر خان اعظم سے متعلق یہ لوک گیت انگریزوں کے تسلط کے بعد سے بلوچستان کے کونے کونے میں زبانِ زدِ خاص و عام ہے۔

ترجمہ:- اے نصیر خان ولی!

گھوڑا بے قابو ہو گیا ہے۔
آج ہمارے لئے شام ہے۔
کل ہماری بھی باری آئے گی!

میر نصیر خان نوری کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے احکامات کا باقاعدہ تتبع کیا۔ اور ان پر عمل کرنے کی پوری کوشش کی۔ یہ احکامات انگریزوں کی آمد تک کسی نہ کسی صورت میں نافذ رہے حتیٰ کہ محمود خان جیسے کمزور خان کے دورِ حکومت میں بھی دیوانی معاملات میں قبائلی دعووں کو فیصلہ کے وقت قاضیوں کے سپرد کرتے تھے۔ اور شرعی رائے لینے کے بعد ممبرانِ جرگہ اپنی رائے دیتے تھے انگریزوں کی مداخلت اور گرفت بھی میر نصیر خان نوری کی قائم کردہ شریعت محمدی کی بنیادوں کو ہلا نہ سکی اسی لئے تمام خوانین کے دور میں باقاعدہ قاضی مقرر تھے جو شریعتِ محمدی کے نفاذ کے ذمہ دار تھے اگرچہ انگریزوں کے زیر تسلط آنے کے بعد ریاست قلات میں پولیٹیکل ایجنٹ اور مکران میں اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ بغیر کسی قانونی جواز کے ایف سی آر ۱۹۰۱ء کے تحت عدالتی اختیارات بروئے کار لاتے تھے۔ پھر بھی جرگوں میں دیوانی نوعیت کے معاملات کے سلسلے میں قاضی کی رائے صائب متصور ہوتی تھی۔

۱۹۳۳ء میں خان میر احمد یار خان مرحوم نے تخت نشینی کے بعد میر نصیر خان نوری کی شریعت محمدی کے نفاذ کی تحریک میں نئی روح پھونک دی۔ جس میں انگریز کے تسلط اور سرداروں کی انگریزوں کے اشارے پر بیراہ روی اور خلاف ورزیوں کے باعث کمی وقوع پذیر ہو گئی تھی۔ میر احمد یار نے شریعتِ محمدی کو زیادہ پُراثر بنانے کے لئے قاضیوں کو فیصلہ کرنے کے مکمل اختیارات سونپ دیئے وزیرِ معارف کا عہدہ قائم کر کے مذہبی امور کی نگرانی کا کام اس کے سپرد کر دیا۔ اور رسم و رواج کے بندھنوں کو توڑ کر اپنے دائرۂ اختیار کے اندر مستورات کو شریعتِ محمدی کے بموجب وراثت میں ان کے شرعی حقوق دے دیئے۔ جو پیشتر ازیں مکران کے علاوہ کسی دوسرے علاقے میں مروّج نہ تھے۔

شمالی بلوچستان میں اسلام دنیاوی اقتدار کے سہارے نہیں بلکہ اپنی صداقت اور روح پرور تعلیمات

کی بدولت فروغ پذیر ہوا۔ پختونوں کی ایک تاریخی روایت کے مطابق ان کا جدِ اعلیٰ قیس (کیس) عبدالرشید ہادیٔ اسلام آنحضرت صلی اللہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تھا۔ اس قبیلے نے اسلام کو اس انداز سے اپنایا کہ پھر اسے کفر و ضلالت کا کوئی بھی حملہ مغلوب نہ کر سکا۔ چنانچہ اسلام پختون ثقافت کا ایک غیر فانی جزو بن کر رہ گیا۔ پختونوں نے نہ صرف یہ کہ جہاد کی خاطر ہزاروں سپاہی اور متعدد نامور جرنیل فراہم کئے۔ بلکہ تبلیغِ اسلام کے لئے بہت سے علماء اور صوفیا بھی مہیا کئے۔ ان میں پیر کبار سید شیخ عطا اللہ المعروف شیخ آتو (المتوفی ۵۵۰ھ/ ۱۱۵۵ء) شیخ بیٹ نیکہ یا بیٹ بابا، ملک یار غرشین، شیخ احمد ولد موسیٰ (لقب احمد جوانمرد) شیخ اسماعیل سڑبنی، شیخ حسن افغان (وصال ۶۸۹ھ/ ۱۲۹۰ء)، شیخ متی المعروف قلات بابا (۶۲۳ھ/ ۱۲۲۶ء - ۶۶۸ھ/ ۱۲۶۹ء) اور ان کے پوتے حضرت خواجہ یحییٰ کبیر عشقی (۷۰۷ھ/ ۱۳۰۷ء - ۸۳۴ھ/ ۱۴۳۰ء) شیخ حسن المعروف شیخ کٹہ، میاں عبدالحکیم نانا صاحب (۱۰۹۰ھ/ ۱۶۷۹ء - ۱۱۵۳ھ/ ۱۷۴۰ء) ان کے مرشد میاں اللہ یار لاہوری تھے اور ان کے خلفا میاں نور محمد، ملا عثمان اخوند، میاں محمد حسن یٰسین زئی مرید خاص بابا خرواری، ملا رحیم داد، ملا جان محمد کاکڑ، خواجہ میاں روح اللہ اخوندزادہ گانگلزئی (۱۲۲۸ھ/ ۱۸۱۳ء - ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء) اور ان کے نامور خلیفہ خواجہ فیض الحق جان چشتموی (۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء - ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء) اور ان کا چشتموی بزرگان کا سلسلہ، علامہ عبدالعلی اخوندزادہ، آغا سید محمد یعقوب شاہ، ملا عبدالسلام وغیرہ بہت زیادہ شہرت کے مالک ہیں۔

علاوہ ازیں انہی عظیم بزرگوں میں ایک اہم شخصیات شیخ البلوچستان علامہ محمد فاضل درخانی رئیسانی (۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء - ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء) تھے۔ جنہوں نے میر نصیر خان نوری کے عہد کے ملا ملک داد کی روایت کو قائم اور دائم رکھتے ہوئے نہ صرف براہویوں کے دلوں کو ایک بار پھر نورِ اسلام سے تابندہ کیا۔ بلکہ عالموں، فاضلوں، مفسروں اور مبلغوں کا ایک ایسا نامور گروہ پیدا کر دیا جس نے بلوچستان پر عیسائیت کی یلغار کو کسی طرح بھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہونے دیا۔ اس گروہ میں علامہ محمد عمر دین پوری کا نام نامی سر فہرست تھا۔ ان کے نامور تلامذہ میں مولانا محمد عبداللہ درخانی (۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۰ء - ۱۳۶۳ھ/

۱۹۴۴ء) مولانا نور خان (المتوفی ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) مولانا عبدالمجید چوتوئی (جن کے کلام میں مولود شریف کے ساتھ ساتھ شرعی رنگ کے اشعار بھی موجود ہیں۔ آپ کی ایک کتاب "جوشِ حبیب" کے اشعار آنحضرت صلعم سے گہری عقیدت کے آئینہ دار ہیں) اور مولانا عبدالحی درخانی تھے۔

شیخ البلوچستان کی چونکہ کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ بلکہ صرف ایک ہی صاحبزادی تھی جس کی شادی عالم دین، متقی حاجی محمد عظیم رئیسانی سے ہوئی۔ اس کے بطن سے مولانا محمد عبداللہ پیدا ہوئے۔ پیدائش سے پیشتر آپ کی والدہ محترمہ نے ایک خواب دیکھا۔ بیان کرتی ہیں کہ "میں ایک ایسے مکان میں ہوں جو نور سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ وہاں ایک خاتون تشریف لائیں۔ وہ صورت و لباس سے بہت ہی حسین و جمیل تھیں۔ ہر طرف دلآویز خوشبو بکھر گئی۔ انہوں نے عربی زبان میں ارشاد فرمایا کہ کہ میں فاطمہ ہوں اور وہ میرے والد بزرگوار صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں جنہوں نے مجھے بھیجا ہے۔ جب میں نے دیکھا تو تھوڑی دور پر حضرت خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ بہت ہی حسین اور بے نظیر لباس پہنے ہوئے تھے۔ پھر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چراغ میں بتی اور تیل ڈال کر اسے جلایا۔ اور مجھے دے کر فرمایا۔ تیرا یہ چراغ نہیں بجھے گا۔"

مولانا محمد عبداللہ مولانا محمد فاضل کی صحبت و تربیت سے کندن بنے۔ ان کی وفات پر ان کے جانشین ہوئے۔ ادارہ مطبوعات، مسجد اور لنگر وغیرہ کا انتظام سنبھالا۔ آپ جہاں بھی جاتے۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتے۔ آپ فتویٰ بھی لکھ کر دیتے تھے۔ اپنی علمی تبحر کے باعث ۱۲۵۴ھ/۱۹۳۵ء سے ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء تک سابقہ ریاست قلات کے قاضی القضاۃ رہے۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد عمر چشتوی (۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء - ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ وہ متعدد کتب کے مصنف تھے۔ حضور پاک سرور کائنات آنحضرت صلعم سے گہری عقیدت تھی۔ اس سلسلے میں ان کی یہ تین کتابیں خاص طور پہ قابل ذکر ہیں۔

۱۔ شمائل شریف براہوی منظوم کتاب ۱۲۰ صفحات پر مبنی ہے۔ سن تالیف ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء اور سن طباعت ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء ہے۔ اس میں آنحضرت صلعم کے شمائل و خصائل کا بیان ہے۔

مولف نے مستند کتب جیسے شمائلِ ترمذی، معارج النبوۃ، نزہتہ المجالس وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

۲۔ سفرِ حجاز دُرخانی۔ یہ کتاب فارسی نثر میں ہے۔آپ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور دیگر مقدس مقامات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔آپ نے سفرِ حجاز کے واقعات کو ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء میں صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا۔

۳۔ معجزاتِ شریفہ۔

یہ منظوم کتاب براہوی میں ہے۔۱۴ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۳۱ء کو عباس لیتھو آرٹ پریس کراچی میں چھپی۔ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ پھر نعت شریف اور درود شریف پڑھنے کے فوائد درج ہیں۔اس کے بعد کم و بیش ستر معجزات کا بیان ہے۔

مولانا عبدالحی کے عظیم ترین شاگرد مولانا محمد عمر دین پوری تھے۔وہ بیک وقت مصنف، مبلغ، مترجم، مفسر، موئف اور فن کار ہونے کے علاوہ ایک عملی سیاسی کارکن بھی تھے۔اور نظم و نثر دونوں پر یکساں طور پر حاوی تھے۔موصوف نے اڑتالیس کتب براہوئی زبان میں تصنیف و تالیف کیں بعض کے دسویں ایڈیشن تک چھپ چکے ہیں۔اور اس اعتبار سے وہ براہوئی کے سب سے بڑے مصنف ہیں۔ آپ کا عظیم ترین کارنامہ قرآن حکیم کا براہوئی زبان میں ترجمہ ہے۔اس وقت تک یورپی مشنری بلوچستان میں بہت محنتِ شاقہ سے مصروفِ تبلیغ تھے۔اور انہوں نے ۱۹۰۷ء میں انجیل کا براہوئی ترجمہ شائع کر دیا تھا۔مولانا کا قرآن مجید کا ترجمہ ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۵ء میں طبع ہو کر براہوہیوں کے لئے ڈھال بن گیا۔ وہ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں فوت ہوئے۔

مولانا محمد عمر دین پوری نے اپنی بعض کتب میں حضور پاک سرورِ کائنات آنحضرت صلعم کی خدمتِ اقدس میں گل ہائے عقیدت پیش کئے ہیں مثلاً

۱۔ سودائے خام :۔ نسخہ ۱۳۵۵ھ

یہ مولود شریف، مناجات سی حرفی ابیات وغیرہ پر مشتمل ہے۔

۲۔ مشتاق مدینہ : نسخہ ۱۳۵۵ھ

اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول مولانا محمد عمر نے لکھا ہے۔ جو مولود شریف اور نعت وغیرہ پر مشتمل ہے۔ حصہ دوم میں مولانا عبدالکریم مینگل کی نعت اور مولود وغیرہ ہے۔ مولانا عبدالکریم مینگل میں حضرت شمس تبریز کی مستی تھی۔

۳۔ فی الفراق : نسخہ ۱۳۵۵ھ

اس میں حمدیہ اور نعتیہ کلام ہے۔

۴۔ وبیص الطیب فی ذکر الحبیبؐ : نسخہ ۱۳۵۲ھ

کل صفحات ۱۹۲ ہیں۔ اس میں رسولِ اکرم صلعم کے اُسوۂ حسنہ مہد تا وصال منظوم درج ہیں۔

ویسے تو مولانا محمد عمر دین پوری نے درجنوں اچھے شاگرد چھوڑے مگر ان کا شاہکار ان کی صاحبزادی مائی تاج بانو ہیں۔ جنہوں نے براہوئی خواتین کو مذہب سے آشنا کیا۔ ان کی مشہور ترین تصنیف "تسریح النسا" ہے۔ جو ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں چھپی۔ اس میں نسوانی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ محترمہ حمد، نعت، منقبت، مرثیہ، اخلاقی غزل اور دینی لوری سے بھی خصوصی لگاؤ رکھتی ہیں۔

مولانا عبدالباقی درخانی، مولانا عبداللہ درخانی کے صاحبزادے ہیں۔ جو ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں عالم وجود میں تشریف لائے۔ موصوف ایک عالم فاضل اور درویش صفت انسان ہیں۔ وہ کئی کتب کے مصنف ہیں۔ وہ بہت اچھے حمد گو، نعت نگار اور نغمہ پرداز ہیں۔ ان کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے۔

زمین آسمان ستارہ ٹی محمد مُس محمد مُس
ننا فکر و اشارہ ٹی محمد مُس محمد مُس

ترجمہ: یعنی زمین، آسمان اور ستاروں میں محمد ہی محمد ہے۔ اور ہمارے فکر و اشارہ میں بھی محمد ہی محمد ہے۔

قدیم بلوچی شاعری میں مذہبی اور اخلاقی نظمیں ملتی ہیں۔ جنہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے حصے میں اسلامی عقائد کا بیان ہے۔ دوسرے حصے میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا

ذکرِ مبارک حضرت علی اور درویشوں کے متعلق قصے ملتے ہیں۔

مست توکلی (۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء - ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۵ء) نے دل کی گہرائیوں میں ڈوب کر آنحضرت صلعم سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ ملا عمر مری نے اپنے کلام میں حضور صلعم کی ثنا اور صفت بیان کی ہے۔ مولانا محمد صدیق نقشبندی مستونگی (المتوفی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) کے مرید خاص ڈاکٹر محمد عبداللہ حکیم کا فارسی نعتیہ کلام بھی جذب و مستی کا مظہر ہے۔ حضرت سلطان باہو (۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء - ۱۱۰۲ھ/۱۶۹۰ء) کے خاندان کے بزرگان و خلفاء کا بلوچستان میں دورِ حاضر تک ایک مسلسل سلسلہ چلا آرہا ہے۔ جو لگن اور محنت کے ساتھ آنحضرت صلعم کی تعلیمات کو عام کر رہے ہیں۔ کٹبار شریف والوں کا سلسلہ بھی حضرت سلطان باہوؒ سے چلتا ہے۔ وہ بھی تین صدیوں سے اسلام کی تبلیغ میں سرگرم عمل ہیں۔ فارسی اور اردو کے درج ذیل شعراء نے بھی آنحضرت صلعم کی مدحتِ اقدس میں نیاز کیشی کے پھول پیش کیے ہیں۔

ملا محمد حسن (المتوفی ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء) ملا شیخ فاضل، علیم اللہ علیم (۱۲۲۹ھ/۱۸۱۳ء - ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء) میرزا احمد علی احمد (المتوفی ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء) مولاداد (۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء - ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) غوث بخش خاکی (المتوفی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) سردار محمد یوسف خان یوسف پوپلزئی، سید عظمت شاہ، شاہد، محمد صدیق پنجگوری، یوسف عزیز مگسی، ابوبکر مستونگی، سید عابد شاہ عابد، صالح، ملا ولی محمد پنجگوری، سید غلام حیدر شاہ حنفی، زیب مگسی، عبدالمنان احقر، عنایت اللہ خان ایاغ، ڈاکٹر محمد اسحاق صدیقی ناشط، محمد حسین عنقا، نبی بخش اسد، اخگر سہارنپوری، نور محمد ہمدم اور محشر رسول نگری۔

مولانا عرض محمد نے دارالعلوم دیوبند سے فضیلت کی سند حاصل کرنے کے بعد بلوچستان میں دینِ مصطفوی کی اشاعت کا عزم کیا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے ۱۹۴۲ء میں مستونگ میں دارالعلوم نصیریہ قائم کیا۔ جو نامساعد حالات کے پیش آنے پر مولانا کے کنٹرول سے نکل کر سرکاری نگرانی میں چلا گیا۔ بعد ازاں آپ نے متعدد مقامات پر درس گاہ قائم کرنے کی کوشش کی، مگر حالات نے ساتھ نہ دیا۔ حتیٰ کہ آپ فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے، بیت اللہ شریف چلے گئے۔ تقریباً سات آٹھ ماہ حرم مقدس اور آنحضرت صلعم کے آستانۂ مبارک مدینہ منورہ میں رہ کر تزکیۂ نفس میں مشغول رہے۔ اسی اثنا میں آپ کو

حضور پاک سرورِ کائنات صلعم کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے مولانا کے دامن میں کوئی چیز ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا "کہ اپنے وطن میں لے جا کر تقسیم کر دو"۔

میر عبد العزیز خان کرد اپنے مضمون مدرسہ عالیہ مطلع العلوم" کوئٹہ (مطبوعہ پاسبان، اپریل ۱۹۴۹ء) میں لکھتے ہیں۔" میں اس خواب کی تعبیر یہ لیتا ہوں کہ آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ نے علم دین کا مبارک تحفہ مولانا عرض محمد کے ذریعہ سے بلوچستان کو عطا فرمایا ہے۔ جو ایک ایسا فیض جاریہ ہے کہ انشاء اللہ تا قیامت روز افزوں اضافہ کے ساتھ قائم اور برقرار رہے گا۔

حج بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد جب مولانا عرض محمد واپس بلوچستان تشریف لائے تو چونکہ رسول اللہ صلعم کی روحانی امداد اور سرپرستی ان کے شاملِ حال تھی اس لئے یہاں پہنچتے ہی آپ کے راستے سے وہ تمام مشکلات دور ہو گئیں جو اس سے پیشتر دینی درس گاہ قائم کرنے کے سلسلے میں حائل ہوئی تھیں۔ ۱۹۴۲ء میں آپ نے بروری کوئٹہ پر مدرسہ مطلع العلوم قائم کر دیا۔ جو اب تک روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ مطلع العلوم کے علاوہ کوئٹہ میں مظہر العلوم، دار الرشاد اور بلوچستان بھر میں مختلف مقامات پر دینی مدارس دینِ مصطفوی کی اشاعت میں دن رات مصروف ہیں۔

اسی طرح سارے بلوچستان میں ایسی پاک محفلیں منعقد ہوتی رہی ہیں اور ہوتی ہیں جن میں ہادیٔ برحق آنحضرت صلعم کا ذکر مبارک بے پناہ عقیدت اور احترام سے کیا جاتا ہے۔ ان محفلوں میں پہلے برصغیر کے دوسرے حصوں اور قیامِ پاکستان کے بعد دوسرے صوبوں کے علما اور فضلا بھی شرکت کرتے رہے ہیں۔ بقول ناشط صدیقی۔

ذرہ حبِ نبیؐ ناشط ہے جس کے قلب میں
جنت الفردوس میں وہ شخص داخل ہو گیا

"فخر کونین" (حصہ اول تا سوم) بلوچستان کے ایک عظیم شاعر اور پاکستان کے مایۂ ناز فنکار اور ادیب جناب عشرت رسول نگری کا ایک علمی و ادبی شاہکار ہے۔ یہ مسدس حسن اور حقیقت کا ایک نادر امتزاج ہے۔ اس سے اردو ادب میں ایک گراں بہا اضافہ ہوا ہے۔ اس تخلیق پر سرزمین بلوچستان اگر

مسرت وطمانیت سے جھوم اٹھے تو بجا ہے۔

"فخرِ کونین" مختلف عنوانات اور منظومات پر مشتمل ہے۔ اسے منظوم کتابِ سیرت سمجھنا بے جا نہ ہوگا۔ اس کی عظیم خوبی اس کا جوہرِ صداقت اور خلوصِ بیان ہے۔ علاوہ ازیں روایت و درایت کی موضوعی صحت پر اس کی بنا رکھی گئی ہے۔ ہر واقعے کا مستند حوالہ کتاب کے آخر میں درج ہے۔ وہ خود کہتے ہیں۔

دشوار ہے یہ مرحلۂ نعت کس قدر
میں چل رہا ہوں تیغِ برہنہ کی دھار پر
سرمست ہوں اگرچہ فروغِ نشاط سے
رکھتا ہوں ایک ایک قدم احتیاط سے

"فخرِ کونین" میں مختلف موضوعات کے تحت آنحضرت صلعم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب میں جس قسم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کی مناسبت سے اظہار میں شکوہ، دبدبہ، لچک، حلاوت اور شیرینی پائی جاتی ہے۔ میدانِ کارزار کا ذکر کرتے ہیں تو رزمیہ انداز ہے۔ جنابِ سیدہؓ کے مثالی عقد کا تذکرہ آتا ہے تو لہجہ اور ہے۔ سردارِ کونینؐ بیٹی کو جہیز میں کیا دیتے ہیں محشر کے الفاظ میں سنیے:۔

میکے سے لے چلی ہے مشقت جہیز میں
دی ہے نبیؐ نے فقر کی دولت جہیز میں
پائی ہے اس نے چادرِ عفت جہیز میں
حضرتؐ سے لے گئی ہے وہ جنت جہیز میں
بیٹی کوئی نہ باپ سے دولت یہ پا سکی
اخلاقِ حق سے یوں نہ گھر اپنا سجا سکی!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شخصیت بے مثال جاذبیت اور کشش کی آئینہ دار تھی۔ اس کا ذکر دیکھیے:۔

مقصودِ کبریا ہے کمالِ محمدیؐ !
کامل بہ شانِ خود ہے جمالِ محمدیؐ !

خلق محمدیؐ میں کچھ ایسا کمال تھا
اس تیر سے قلوب کا بچنا محال تھا

رسول کریمؐ کا "الطاف عام" ملاحظہ ہو۔

پیغام زندگی تھا نبیؐ کی نمود میں !
انسانیت پھر آئی عدم سے وجود میں !

صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ دو شعر حقیقت کی ترجمانی کر رہے ہیں ۔

یہ جھلکیاں ہیں احمدؐ مرسل کے نور کی !
معجز نمائیاں ہیں نبیؐ کے ظہور کی ! !
پرتو ہے سب سے آپؐ کے خلقِ عظیم کا
کیا زندہ معجزہ ہے رسول کریم کا ! !

روضۂ مقدسہ پر حاضر ہو کر محشر صاحب عرض کرتے ہیں ۔

ہاں اس "دیارِ پاک" سے آیا ہے یہ گدا — بستے ہیں جس میں حلقہ بگوشانِ مصطفےٰ
مشہور ہیں جو عاشقِ محبوبِ کبریاؐ ! — ہوتے رہے ہیں جو شہِ کونینؐ پر فدا

وہ دیس کشتگانِ محبت کا دیس ہے
پروانہ ہائے شمعِ رسالت کا دیس ہے

پھر دورِ حاضر کی وہ تمام آزمائشیں، مصیبتیں اور آفتیں ایک ایک کر کے بیان کی ہیں جو اس وقت مختلف اسلامی ملکوں پر تاریک گھٹاؤں کی مانند چھائی ہوئی ہیں۔ آخر میں کروڑوں بے تاب اور بیقرار دلوں میں مچلتی ہوئی اور تڑپتی ہوئی آرزو کو یوں پیش کرتے ہیں ۔

ث ہا دلوں کو ولولۂ انقلاب دے
ہر نوجواں کو جوششِ دلِ بوترابؓ دے
فیضِ نظر سے گوہرِ ملت کو آب دے
امت کی تیرہ شب کو نیا آفتاب دے
سوئے وطن یہ تحفۂ سرکار لے کے جاؤں
در سے تیرے مرادِ دلِ زار لے کے جاؤں

انہی دعائیہ اشعار پر میں بلوچستان میں سیرت مبارکہ کے تذکرے کو ختم کرتا ہوں۔ بقول نبی بخش اسد۔

مطلعِ صبحِ سعادت، مہرِ تاباں کو سلام
مصدرِ جود و کرم ابرِ بہاراں کو سلام
دستگیرِ عاجزاں پشت و پناہِ بے کساں
دل نوازِ عاشقانِ خستہ حالاں کو سلام

ماخذ

اطہر مبارک پوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں دہلی ۱۹۶۷ء
بزم ثقافت، ثقافت اور ادب وادیٔ بولان میں کوئٹہ ۱۹۶۶ء
بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیئر سیریز جلد ششم ب
پروفیسر انور رومان بلوچستان میں تعلیم کراچی ۷۸،۱۹۷۷ء
بلوچستان (پمفلٹ) کوئٹہ ۱۹۷۰ء
دی براہوئیز آف کوئٹہ قلات ڈویژن کراچی ۱۹۶۰ء

ڈاکٹر انعام الحق کوثر،	بلوچستان میں فارسی شاعری	کوئٹہ	۱۹۶۸ء
	بلوچستان میں اردو	لاہور	۱۹۶۸ء
	شعر فارسی در بلوچستان	لاہور	۱۹۷۵ء
	تذکرہ صوفیائے بلوچستان	لاہور	۱۹۷۶ء
	تحریک پاکستان میں بلوچستان کا حصہ	راولپنڈی	۱۹۷۷ء
ذکیہ سردار خان بلوچ،	سرمستِ بلوچستان	کوئٹہ	۱۹۶۵ء
صالح محمد لہڑی	بلوچستان	کوئٹہ	۱۹۵۵ء
سمعانی	کتاب الانساب	لندن	۱۹۱۲ء
عبدالرحمان براہوئی	قدیم براہوئی شعرا حصہ اول	کوئٹہ	۱۹۶۸ء
عبدالرحیم صابر،	مکران	کراچی	۱۹۶۷ء
فیاض محمود	تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند لاہور ہند چودھویں جلد (جلد دوم)		۱۹۷۱ء
محشر رسولنگری	فخر کونین حصہ اول، دوم، سوم،	کوئٹہ، کوئٹہ، لاہور	۱۹۶۱، ۱۹۶۴ء ۱۹۶۲، ۱۹۷۰ء
محمد اسلم	سرمایۂ عمر	لاہور	۱۹۷۶ء
مولوی دین محمد	یادگار تاج پوشی قلات	لاہور	۱۹۳۲ء
میر احمد یار خان	مختصر تاریخ قوم بلوچ و خوانین بلوچ	کراچی	۱۹۷۲ء
نور احمد فریدی	بلوچ قوم اور اس کی تاریخ	ملتان	۱۹۶۸ء

پاسبان کوئٹہ ۴ دسمبر ۱۹۷۵ء